ISSN: 2959-2224 (Online) and 2959-2216 (Print)
Open Access: https://journals.iub.edu.pk/index.php/uas/index
Publisher by: Department of Hadith, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.

پاکستان میں خاندانی نظام کو درپیش سماجی تحدیات: تجزیاتی مطالعہ

Socio-Cultural Challenges to the Family System in Pakistan: An Analytical Study

Hafiz Umar Farooq Buzmi*
Phd Scholar Riphah International University, Faisalabad Campus, Faisalabad. Email: umarbuzmicci@gmail.com

Prof. Dr. Mudassir Ahmad
Chairman Riphah International University Faisalabad Campus, Faisalabad. Email: chairman@riphahfsd.edu.pk

Dr. Sajid Asdullah
Prof. of Islamic Studies (v), Riphah International University Faisalabad Campus, Faisalabad. Email: sajidasdullah@gmail.com

Abstract:
The family system in Pakistan represents one of the most enduring and essential institutions shaping the country's moral, social, and religious identity. Historically, it has functioned as a vital source of emotional security, ethical education, and social cohesion. Rooted deeply in Islamic principles and reinforced by cultural traditions, the Pakistani family structure has ensured intergenerational continuity and communal harmony. However, in the contemporary era, this system faces a complex web of socio-cultural and economic challenges that threaten its stability and core values. Rapid globalization, the influence of Western liberal thought, media-driven obscenity, increasing materialism, delayed and non-traditional marriages, rising divorce rates, and weakening parental authority are reshaping the moral fabric of society. These factors have not only altered gender roles and family responsibilities but have also eroded the sanctity of marriage, transforming it from a sacred covenant into a contractual and often fragile relationship. The rise of individualism and the diminishing role of religious guidance in personal and familial decisions have further exacerbated this moral crisis. This analytical study explores these multidimensional challenges with reference to Islamic teachings, sociological perspectives, and contemporary realities in Pakistan. It argues that a revival of Islamic moral consciousness, equitable socio-economic policies, and a responsible media culture are essential for restoring the traditional balance, dignity, and functionality of the family institution in Pakistan.

Keywords: Family System, Pakistan, Socio-Cultural Challenges, Marriage, Divorce, Modernization, Islamic Values, Globalization, Social Transformation

* Email of corresponding author: umarbuzmicci@gmail.com

تعارف:

پاکستان کا خاندانی نظام برصغیر کی دینی، ثقافتی اور اخلاقی روایات کا ایک زندہ استعارہ ہے جس نے صدیوں تک معاشرتی استحکام، باہمی تعاون اور اخلاقی تربیت میں مرکزی کردار ادا کیا۔ تاہم عصر حاضر میں یہ نظام متنوع سماجی و ثقافتی چیلنجز سے دوچار ہے جن میں مغربی اباحیت پر مبنی میڈیا کلچر، معاشی دباؤ، تاخیرِ نکاح، خاندانی جھگڑے، عدالتوں میں طلاق کے بڑھتے ہوئے مقدمات اور مذہبی و اخلاقی اقدار سے انحراف جیسے عوامل شامل ہیں۔ جدیدیت اور مادیّت کے زیرِ اثر خاندان کی اجتماعی روح متاثر ہو رہی ہے اور رشتہ و نکاح جیسے مقدس اداروں میں مفاد پرستی، خود غرضی اور انفرادی آزادی کے تصورات در آئے ہیں۔ نتیجتاً پاکستانی معاشرہ اُس توازن، عفت و حیا اور خاندانی یکجہتی سے محروم ہوتا جا رہا ہے جو اسلامی معاشرت کی بنیاد ہے۔ زیرِ نظر مقالہ اسی پس منظر میں پاکستان کے خاندانی نظام کو درپیش سماجی تحدیات کا تجزیاتی مطالعہ پیش کرتا ہے تاکہ یہ واضح کیا جا سکے کہ کس طرح ان چیلنجز کے باوجود اسلامی تعلیمات کی روشنی میں خاندانی ادارے کو مستحکم اور فعّال بنایا جا سکتا ہے۔

خاندانی نظام معاشرتی ڈھانچے کی بنیاد ہے جس کی اہمیت قرآن و حدیث میں واضح طور پر بیان کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کو سکون، محبت اور رحمت کا ذریعہ قرار دیا ہے:۔

"وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً"[1]

"اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔"

یہ آیت خاندانی نظام کی روح کو بیان کرتی ہے کہ یہ نظام صرف جسمانی یا دنیاوی ضرورت نہیں، بلکہ روحانی سکون اور باہمی محبت و رحمت پر قائم ہوتا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

"خَيْرُكُم خَيْرُكُم لأَهلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُم لأَهلِي "[2]

"تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے لیے بہتر ہو اور میں تم سب سے زیادہ اپنے اہل خانہ کے لیے بہتر ہوں۔"

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام میں ایک مثالی شخص وہی ہے جو اپنے خاندان کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ قرآن و سنت میں خاندانی نظام کو ایک مقدس ادارہ قرار دیا گیا ہے جو فرد، معاشرہ اور امت کی اصلاح و ترقی کا زینہ ہے۔ اس نظام کے استحکام سے نہ صرف افراد کو سکون ملتا ہے بلکہ پورا معاشرہ امن و عدل کا گہوارہ بنتا ہے۔

اباحیت پسندی

اباحیت پسندی یا جنسی آزادی (Sexual Liberalism) ایک مغربی نظریہ ہے جو اس بات پر زور دیتا ہے کہ بالغ افراد کو نکاح یا کسی مذہبی و قانونی بندھن کے بغیر بھی جنسی تعلقات رکھنے کا اختیار حاصل ہے۔ یہ نظریہ انسانی "آزادی" کے نام پر روایتی خاندانی نظام، حیا اور نکاح جیسے اداروں کو غیر ضروری یا "قدامت پرستی" قرار دیتا ہے۔

پاکستانی معاشرہ بنیادی طور پر ایک اسلامی نظریاتی ریاست ہے جس کی بنیاد اسلامی اقدار پر رکھی گئی۔ مگر حالیہ دو دہائیوں میں مغربی میڈیا، انٹرنیٹ، سوشل میڈیا ایپلیکیشنز (جیسے TikTok، Instagram، Netflix)، موبائل فون کلچر اور فیشن انڈسٹری نے

نوجوان نسل میں اباحیت پسندی کے رجحانات کو پروان چڑھایا ہے۔

- نوجوانوں میں Dating apps کا بڑھتا ہوا استعمال۔
- ڈراموں اور فلموں میں غیر اخلاقی مناظر کو "رومانویت" کے نام پر پیش کرنا۔
- لباس، گفتگو اور طرزِ زندگی میں Boldness کو آزادی تصور کرنا۔
- نکاح سے باہر تعلقات کو Personal Choice کا نام دینا۔

اسلام میں جنسی تعلق صرف نکاح کے بندھن میں جائز ہے۔ قرآن واضح طور پر زنا کے قریب جانے سے بھی منع کرتا ہے:۔

"وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰٓ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا"[3]

"اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ، بے شک وہ بے حیائی ہے اور بہت برا راستہ ہے۔"

حیاء کے متعلق حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:۔

"اِذَا لَمْ تَسْتَحِيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ"[4]

"جب تم میں حیا نہ رہے تو جو چاہے کرو۔"

یہ حدیث معاشرتی بے حیائی اور اخلاقی انحطاط کے رویے کو کھلی چھوٹ دینے کی صورت بیان کرتی ہے۔

اباحیت پسندی کے اثرات و حل

اباحیت نے نوجوان نسل کے اندر شرم و حیا کی اقدار کو مجروح کیا ہے۔ لڑکے اور لڑکیاں معاشرتی اور دینی حدود کی پروا کیے بغیر تعلقات قائم کر رہے ہیں۔ جب معاشرہ غیر شادی شدہ تعلقات کو قبول کرنے لگے تو نکاح جیسے ادارے کی اہمیت ختم ہونے لگتی ہے۔ نکاح میں تاخیر، گریز اور ترک کا رجحان اسی اباحیت کا نتیجہ ہے۔ غیر شرعی تعلقات وقتی تسکین تو دے سکتے ہیں لیکن اس کے نتیجے میں احساسِ جرم، ڈپریشن، انزائٹی اور رشتوں کا عدمِ استحکام جنم لیتے ہیں۔ محمد علی طاہر اس بارے میں لکھتے ہیں:۔

> "اباحیت پر مبنی طرزِ زندگی نے آج کے نوجوان کو اس مقام پر لا کھڑا کیا ہے جہاں وہ شرم، حیا اور اخلاقی حدود کو بوجھ تصور کرتا ہے۔ میڈیا، انٹرنیٹ اور سوشل کلچر نے اسے اس قدر آزاد خیالی کی ترغیب دی ہے کہ اب نکاح جیسے مقدس رشتے کو غیر ضروری اور بے وقت سمجھا جانے لگا ہے۔ غیر شرعی تعلقات نے وقتی لذت کے ساتھ ساتھ ذہنی خلفشار، جذباتی بے سکونی اور روحانی خالی پن کو جنم دیا ہے۔"[5]

اباحیت کی ترویج نے نکاح جیسے دینی اور سماجی ادارے کو غیر اہم بنا دیا ہے جس کے نتیجے میں نوجوان نسل فکری و اخلاقی انحراف کا شکار ہو رہی ہے۔ وقتی تعلقات نہ صرف روحانی خلاء کا باعث بنتے ہیں بلکہ معاشرتی نظام کی تباہی اور رشتوں کی بے توقیری کی جڑ بھی ہیں۔

- Pew Research Center کی رپورٹ (2019ء) کے مطابق پاکستان کے شہری نوجوانوں کی اکثریت میڈیا کے ذریعے مغربی جنسی اقدار سے واقف ہے اور ان میں سے تقریباً 32 فیصد ایسے خیالات رکھتے ہیں جو اسلامی تعلیمات سے متصادم ہیں۔
- Pakistan Telecommunication Authority (PTA) کی رپورٹس کے مطابق پاکستان دنیا کے اُن ممالک میں شامل ہے جہاں نازیبا ویب سائٹس کا وزٹ سب سے زیادہ کیا جاتا ہے۔

اباحیت پسندی کے بڑھتے ہوئے رجحان کا مؤثر مقابلہ صرف اسلامی اصولوں کی روشنی میں ہی ممکن ہے۔اس کے لیے ضروری ہے کہ شرم وحیا کو بنیادی قدر کے طور پر فروغ دیا جائے، نکاح کو معاشرتی طور پر آسان اور قابلِ عمل بنایا جائے اور میڈیا کے منفی اثرات کا تدارک کیا جائے۔اس اجتماعی جدوجہد میں والدین، اساتذہ، علمائے کرام اور حکومت سب کی ذمہ داری ہے کہ وہ نوجوانوں کی دینی و اخلاقی تربیت کو اوّلین ترجیح دیں تاکہ معاشرے کو بے راہ روی، ذہنی انتشار اور خاندانی انحطاط سے بچایا جا سکے۔ مفتی تقی عثمانی فرماتے ہیں:۔

> "اسلام نے نکاح کو نہ صرف ایک عبادت قرار دیا بلکہ فطری خواہشات کی تسکین کا باعزت اور محفوظ ذریعہ بھی بتایا۔ آج کا معاشرہ نکاح کو مشکل اور بدکاری کو آسان بنا رہا ہے جس کا نتیجہ اخلاقی تباہی اور خاندانی نظام کی بربادی کی صورت میں نکل رہا ہے۔ معاشرتی بگاڑ کا حل یہی ہے کہ نکاح کو آسان کیا جائے اور فحاشی کو قانون و معاشرت کی سطح پر روکا جائے۔"[6]

مفتی تقی عثمانی اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اسلام نے نکاح کو عزت و طہارت کا ذریعہ اور فحاشی کے سدباب کا مؤثر حل قرار دیا ہے۔ اگر معاشرہ نکاح کو مشکل اور بے حیائی کو آسان بناتا رہے گا تو اخلاقی زوال اور خاندانی تباہی ناگزیر ہو جائے گی۔ لہٰذا نکاح کو آسان اور اباحیت کو روکنا ہی معاشرتی اصلاح کی کلید ہے۔

نکاح بیزاری

نکاح اسلامی معاشرے کا ایک مقدس اور بنیادی ادارہ ہے جو فرد کی فطری، جذباتی اور معاشرتی ضروریات کو جائز طریقے سے پورا کرتا ہے۔ لیکن عصرِ حاضر میں پاکستان جیسے اسلامی ملک میں بھی نکاح سے بیزاری کا رجحان تیزی سے فروغ پا رہا ہے۔ شہری نوجوان طبقہ، خاص طور پر تعلیم یافتہ مرد و خواتین، نکاح کو ذمہ داری، بوجھ یا رکاوٹ سمجھنے لگا ہے۔ یہ رویہ مغربی افکار، میڈیا کے منفی اثرات، معاشی دباؤ اور خاندانی و سماجی پیچیدگیوں کی پیداوار ہے۔

نکاح بیزاری کی بڑی وجوہات میں سرفہرست تعلیم اور کیریئر کو شادی پر ترجیح دینا ہے۔ خاص طور پر خواتین میں یہ تصور عام ہوتا جا رہا ہے کہ شادی ان کے پیشہ ورانہ خوابوں اور آزادی میں رکاوٹ ہے۔ ڈاکٹر فوزیہ سعید لکھتی ہیں کہ:۔

> "شہری خواتین میں نکاح کو مؤخر یا ترک کرنے کی سوچ شعوری طور پر پروان چڑھ رہی ہے جس کا اثر خاندانی ادارے کی کمزوری کی صورت میں سامنے آ رہا ہے۔"[7]

اسی طرح نوجوان لڑکے معاشی دباؤ، مہنگی شادیوں اور رسومات سے گھبرا کر نکاح سے دور ہو جاتے ہیں۔ ڈاکٹر شگفتہ حسن کے مطابق:۔

> "نکاح سے گریز کی ایک بڑی وجہ یہ تصور ہے کہ شادی سے پہلے مالی استحکام لازم ہے حالانکہ اسلام نکاح کو آسان کرنے پر زور دیتا ہے۔"[8]

نکاح بیزاری کا ایک اور پہلو نفسیاتی خوف اور جذباتی ناپختگی ہے۔ نوجوان نکاح کو جھگڑوں، آزادی کے خاتمے اور مسلسل ذمہ داری سے تعبیر کرتے ہیں۔ میڈیا میں شادی شدہ زندگی کو اکثر منفی رنگ میں پیش کیا جاتا ہے جو اس خوف کو مزید بڑھا دیتا ہے۔ نکاح بیزاری کی جڑ میں مغربی افکار کا اثر بھی نمایاں ہے جن میں "خود پسندی" (self-love)، "ذاتی آزادی" اور "پرائیویسی" جیسے

تصورات غالب ہیں۔

"موجودہ دور میں نکاح سے گریز کی ایک بڑی وجہ وہ ذہنی تصور ہے جو آزادی کی غلط تعبیر پر قائم ہے۔نوجوان شادی کو بوجھ، قید اور جذباتی خطرہ سمجھنے لگے ہیں۔میڈیا نے شادی کو جھگڑوں، تلخیوں اور ناپسندیدہ زندگی کا استعارہ بنا کر پیش کیا ہے جس کا اثر براہ راست ذہنوں پر پڑتا ہے۔"[9]

یہ اس نکتہ کو واضح کرتا ہے کہ نکاح بیزاری کا تعلق صرف معاشی یا سماجی مسائل سے نہیں بلکہ فکری و نفسیاتی الجھنوں سے بھی ہے۔ میڈیا، مغربی افکار اور ناپختہ جذبات نکاح کو منفی تجربہ بنا کر پیش کرتے ہیں جو نوجوانوں میں خوف اور تذبذب پیدا کرتا ہے۔اسلام میں نکاح کو سنتِ مؤکدہ قرار دیا گیا ہے اور بعض حالات میں فرض بھی ہو سکتا ہے۔رسول اللہ ﷺ کا ارشاد کریم ہے:

"اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي"[10]

"نکاح میری سنت ہے اور جو میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں۔"

اس حدیث کی روشنی میں نکاح سے بیزاری کا رجحان صرف سماجی مسئلہ نہیں بلکہ دینی انحراف بھی ہے۔اسی طرح قرآن مجید میں نکاح کو سکون، محبت اور رحمت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔مولانا مودودی اس حدیث کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر جو جذبات و خواہشات رکھی ہیں، نکاح ان کے لیے محفوظ و پاکیزہ راستہ ہے اور جو لوگ اس فطری راستے سے اعراض کرتے ہیں وہ نہ صرف اپنی فطرت سے بلکہ دین سے بھی دور ہو جاتے ہیں۔"[11]

نکاح بیزاری پاکستانی معاشرے میں خاندانی ادارے کی کمزوری، معاشرتی انحطاط اور اخلاقی بے راہ روی کا باعث بن رہی ہے۔اس رجحان سے نمٹنے کے لیے ضروری ہے کہ اسلامی تعلیمات کو عام کیا جائے، نکاح کو آسان بنایا جائے اور نوجوانوں میں شعوری طور پر نکاح کی اہمیت اجاگر کی جائے۔دینی و سماجی ادارے، والدین، اساتذہ اور میڈیا کو چاہیے کہ وہ نوجوانوں کی صحیح رہنمائی کریں تاکہ ایک مضبوط، باحیا اور متوازن معاشرہ تشکیل پا سکے۔

تاخیرِ نکاح

نکاح اسلامی معاشرت کا نہایت اہم پاکیزہ اور ضروری ادارہ ہے جو فرد کی فطری، جذباتی اور روحانی ضروریات کو حلال دائرے میں پورا کرنے کا ذریعہ فراہم کرتا ہے۔اسلامی تعلیمات میں نکاح کو جلدی کرنے کی ترغیب دی گئی ہے تاکہ انسان فتنے، زنا اور جنسی بے راہ روی سے بچ سکے۔مگر پاکستان جیسے اسلامی نظریاتی ملک میں نکاح میں تاخیر ایک تیزی سے بڑھتا ہوا مسئلہ بن چکا ہے جو نہ صرف خاندانی نظام بلکہ سماجی استحکام کے لیے بھی خطرہ بنتا جا رہا ہے۔

شہری علاقوں میں نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد نکاح کو مؤخر کرنے کی روش اختیار کیے ہوئے ہے۔اس کی ایک بنیادی وجہ والدین اور معاشرے کی طرف سے مثالی رشتوں کی غیر حقیقی تلاش، مہنگی تقریبات، جہیز اور شادی کے رسومات کا غیر ضروری بوجھ ہے۔ اسی طرح نوجوان مردوں میں بھی یہ تصور عام ہو چکا ہے کہ نکاح سے پہلے معاشی استحکام، اپنی "زندگی سیٹ کرنا" یا بیرونِ ملک جانا ضروری ہے۔ نتیجتاً کئی نوجوان نکاح کی فطری عمر گزار دیتے ہیں اور تاخیر کی وجہ سے جذباتی و روحانی خلاء کا شکار ہو جاتے ہیں۔مولانا مودودی تاخیر نکاح پر بات کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"نکاح ایک فطری اور شرعی ضرورت ہے جس میں بلاوجہ تاخیر نہ صرف فرد کے نفس پر ظلم ہے بلکہ معاشرے کے لیے بھی فساد کا باعث ہے۔ جب نوجوانوں کو معاشی استحکام، تعلیم کی تکمیل یا مثالی رشتے کے نام پر روک دیا جاتا ہے تو وہ فطری جذبات کے بہاؤ میں بے راہ روی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ اسلام نے نکاح کو آسان اور سادہ رکھا ہے لیکن ہم نے اسے اتنا پیچیدہ کر دیا ہے کہ نسلِ نو اس سے گھبرانے لگی ہے۔"[12]

سب سے بڑھ کر اسلامی تعلیمات میں نکاح کو تاخیر سے بچانے کی سرور کونین ﷺ نے بھرپور ترغیب دی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:۔

"يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ"[13]

"اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو نکاح کی استطاعت رکھتا ہے وہ ضرور نکاح کرے۔"

اور معروف سکالر مفتی محمد تقی عثمانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

"اسلام کا مزاج یہ ہے کہ نکاح کو جلد سے جلد انجام دیا جائے تاکہ نوجوانوں میں فتنہ، فواحش اور بے راہ روی نہ پھیلے۔ شریعت نے نکاح کو خواہ مخواہ مؤخر کرنے کو پسند نہیں کیا بلکہ حتی الوسع اس کے لیے سادگی اور سہولت کو اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے۔ موجودہ دور میں جب بے حیائی کے اسباب عام ہو چکے ہیں۔ نکاح میں تاخیر نوجوان نسل کے لیے سخت فتنہ بن سکتی ہے۔"[14]

پاکستان انسٹیٹیوٹ آف ڈیولپمنٹ اکنامکس (PIDE) کی ایک رپورٹ کے مطابق شہری علاقوں میں نکاح کی اوسط عمر 30 سال سے تجاوز کر چکی ہے جو اسلامی تعلیمات اور فطری تقاضوں سے متصادم ہے۔ تاخیر نکاح کے نتیجے میں افراد نفسیاتی دباؤ، جذباتی بے سکونی اور بعض اوقات غیر شرعی تعلقات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"جب نکاح کو مشکل بنا دیا جائے تو زنا کو آسان بننے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ اسلامی معاشرے میں اگر نکاح پر رسم و رواج، جہیز، فضول خرچیاں اور غیر ضروری سماجی تقاضے مسلط کر دیے جائیں تو نوجوان مجبوراً غیر شرعی راستوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ شریعت نے نکاح کو سہل اور پاکیزہ رکھا ہے تاکہ فحاشی اور بے راہ روی کی راہیں بند رہیں۔"[15]

تاخیرِ نکاح پاکستانی مسلم معاشرے میں ایک ایسا مسئلہ بنتا جا رہا ہے جو بظاہر سماجی ہے مگر درحقیقت اس کے اثرات دینی، اخلاقی اور نفسیاتی سطح تک پھیل چکے ہیں۔ اگر نکاح کو آسان نہ بنایا گیا اور والدین و نوجوانوں کو دینی شعور نہ دیا گیا تو اس رجحان کے نتیجے میں نہ صرف فرد بلکہ پورا معاشرہ بے سکونی اور اخلاقی زوال کا شکار ہو جائے گا۔ دینی رہنماؤں، تعلیمی اداروں، والدین اور میڈیا نکاح کی اہمیت، آسانی اور بروقت انجام دہی کو معاشرتی مہم کا حصہ بنائیں تاکہ فتنوں سے محفوظ معاشرہ تشکیل دیا جا سکے۔

کورٹ میرج اور نکاح میں کفو

اسلام میں نکاح ایک عبادت اور سماجی معاہدہ ہے جو باہمی رضامندی، ولی، گواہوں اور مہر جیسے ارکان پر مبنی ہوتا ہے۔ اسلام نے نکاح کو آسان اور فطری عمل بنایا اور ساتھ ہی "کفو" یعنی فریقین کے درمیان دینی، سماجی اور نسبی برابری کا تصور بھی پیش کیا تاکہ

ازدواجی زندگی ہم آہنگ اور پُر سکون ہو۔ مگر موجودہ دور میں کورٹ میرج اور کفو کے عدم لحاظ کے باعث معاشرے میں کئی طرح کے قانونی، دینی اور معاشرتی مسائل جنم لے رہے ہیں۔

1) کورٹ میرج کا رجحان

پاکستانی معاشرے میں کورٹ میرج (عدالتی نکاح) کا رجحان خاص طور پر نوجوانوں میں بڑھ رہا ہے۔ اس رجحان کے پیچھے کئی عوامل کارفرما ہیں:۔

- والدین کی جانب سے غیر ضروری پابندیاں
- ذات پات، خاندانی اور مالی تفریق
- ولی کی رضامندی میں تاخیر
- اور بعض اوقات لڑکی کی پسند کی مخالفت

ایسی صورتحال میں نوجوان عدالت کا سہارا لے کر شرعی و قانونی تقاضے پورے کیے بغیر یا انتہائی محدود طریقے سے نکاح کر لیتے ہیں جس سے خاندان، عزت اور بعض اوقات جان و مال کے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ ڈاکٹر تنویر انجم لکھتے ہیں:۔

> "کورٹ میرج کا بڑھتا ہوا رجحان دراصل خاندانی نظام، والدین کی مشاورت اور شرعی رہنمائی سے انحراف کی علامت ہے۔ نوجوان جذباتی فیصلے کرتے ہیں جن کا نتیجہ اکثر وقتی تسکین اور بعد ازاں پشیمانی کی صورت میں نکلتا ہے۔ معاشرتی دباؤ، نکاح کی پیچیدگی اور والدین کا سخت رویہ اس رجحان کو فروغ دینے والے عوامل میں شامل ہیں۔"[16]

اسلامی شریعت میں ولی کی اجازت لڑکی کے نکاح میں بہت اہم ہے خصوصاً نابالغ یا کم علم لڑکی کے لیے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:۔

> "لا نِكَاحَ إلا بِوَلِيٍّ"[17]
>
> "ولی کے بغیر نکاح (درست) نہیں"

تاہم بعض فقہی مکاتبِ فکر (خصوصاً احناف) میں بالغہ عاقلہ کو ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کی مشروط اجازت حاصل ہے مگر اس پر بھی فقہاء نے کفو (برابری) کی شرط لازم رکھی ہے تاکہ نکاح کے بعد حقوق و فرائض میں تنازع پیدا نہ ہو۔

2) نکاح میں کفو (برابری) کا مسئلہ

اسلام میں "کفو" کا مطلب یہ ہے کہ دولہا اور دلہن بعض بنیادوں پر ایک دوسرے کے ہم پلہ ہوں تاکہ ازدواجی زندگی تنازعات سے پاک رہے۔ ان بنیادوں میں دین، حسب و نسب، مالی حیثیت، پیشہ اور کردار شامل ہیں۔ مولانا ظفر احمد عثمانی نکاح میں کفو پر امام ابو حنیفہؒ کا نظریہ پیش کرتے ہیں:۔

> "امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نکاح میں کفو (برابری) کی رعایت، عورت کے ولی کے اختیارات کے تحفظ اور خاندانی وقار کو برقرار رکھنے کے لیے ہے، نہ کہ مرد کی فوقیت یا سماجی تفریق کے اظہار کے لیے۔ اس اصول کا مقصد نکاح کے بعد ممکنہ معاشرتی نزاعات کو روکنا اور عورت کے مفاد کی حفاظت کرنا ہے۔"[18]

تاہم موجودہ پاکستانی معاشرے میں کفو کی تشریح کو بسا اوقات حد سے زیادہ سخت بنا دیا جاتا ہے۔ لڑکی اگر دین دار اور بالغ ہو اور کسی

دین دار، صالح شخص کو پسند کرے لیکن وہ لڑکا مالی یا نسبی طور پر "کم تر" ہو تو والدین اس نکاح کی اجازت نہیں دیتے۔ اس صورت میں بعض نوجوان کورٹ میرج کی طرف مائل ہو جاتے ہیں جس سے خاندان، عزت اور سماجی تعلقات بکھر جاتے ہیں۔

سماجی و قانونی چیلنجز

پاکستانی قانون کے تحت بالغ لڑکی اپنی مرضی سے نکاح کرنے کی مجاز ہے تاہم عملی سطح پر والدین، خاندان اور معاشرہ ایسے نکاح کو "غیر اخلاقی" یا "بغاوت" سے تعبیر کرتے ہیں۔ بعض اوقات ایسے نکاح لڑائی جھگڑے، غیرت کے نام پر قتل اور مقدمات کا سبب بھی بن جاتے ہیں۔ ایڈووکیٹ اسد علی لکھتے ہیں:۔

> "پاکستان میں عدالت سے نکاح قانونی طور پر جائز ہے مگر عملی طور پر خاندان اور برادری کی شدید مخالفت کا سامنا ہوتا ہے جو بعض اوقات جان لیوا تصادم پر منتج ہوتا ہے۔"[19]

ایسے ہی ایک اور مصنف نے اس بارے میں رقمطراز ہے:۔

> "پاکستانی قانون کے مطابق بالغ لڑکی کو اپنی مرضی سے نکاح کا حق حاصل ہے لیکن معاشرتی سطح پر ایسے نکاح کو اکثر خاندانی اقدار کے خلاف، بے حیائی یا بغاوت تصور کیا جاتا ہے۔ یہی تضاد اکثر خاندانوں میں کشیدگی، تشدد اور یہاں تک کہ غیرت کے نام پر قتل جیسے جرائم کا سبب بنتا ہے۔ قانونی اجازت کے باوجود معاشرہ اس حق کو تسلیم کرنے سے انکاری ہے۔"

قانونی و شرعی طور پر بالغ لڑکی کو نکاح کا اختیار حاصل ہے لیکن سماجی سطح پر روایات اور غیرت کے تصورات اس اختیار کو محدود کر دیتے ہیں جس کے باعث تشدد اور قانونی پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں۔

دینی و سماجی اصلاح کی ضرورت

کورٹ میرج اور کفو کے مسئلے کا حل اسلامی تعلیمات کے متوازن فہم اور سماجی شعور کی بیداری میں ہے۔ والدین کو چاہیے کہ وہ نکاح کو ذات، مال، نسب اور روایتی بندھنوں سے آزاد کر کے دین داری اور سیرت کو بنیاد بنائیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:۔

> "إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوهُ"[20]
>
> "جب تمہارے پاس ایسا شخص رشتہ لے کر آئے جس کے دین اور اخلاق سے تم راضی ہو تو اس سے نکاح کر دو۔"

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی اس بارے میں لکھتے ہیں:

> "والدین کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی بیٹیوں کے نکاح کو مال و حسب کی بنیاد پر تاخیر کا شکار نہ بنائیں، بلکہ نیک، دین دار اور صاحب اخلاق رشتوں کو ترجیح دیں۔"[21]

کورٹ میرج اور نکاح میں کفو کی غلط فہمیوں نے پاکستانی معاشرے میں ایک واضح خلیج پیدا کر دی ہے جہاں دینی اجازت اور معاشرتی رکاوٹ آپس میں متصادم نظر آتے ہیں۔ اس مسئلے کا حل یہ ہے کہ والدین اور معاشرہ اسلامی تعلیمات کو اعتدال کے ساتھ سمجھیں اور نکاح کے فیصلوں میں دین داری، کردار اور اخلاق کو اولیت دیں۔ نوجوانوں کو بھی چاہیے کہ وہ جذباتی فیصلوں سے بچیں اور اگر نکاح عدالت کے ذریعے ہی کرنا پڑے تو مکمل شرعی تقاضے، گواہوں اور شفافیت کے ساتھ اس عمل کو انجام دیں۔

نکاح کی رسومات، اخراجات اور طلاق

اسلام نے نکاح کو ایک مقدس عبادت اور معاشرتی فریضہ قرار دیا ہے جس ے آسان، باعزت اور سادہ انداز میں ادا کرنے کی بھرپور ترغیب دی ہے۔ شریعتِ مطہرہ نے فضول رسومات، غیر ضروری اخراجات اور دکھاوے سے بچنے کی تلقین کی ہے تاکہ معاشرتی بوجھ کم ہو اور نکاح کو عام کیا جاسکے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

"أعظمُ النكاحِ بركةً أيسَرُه مؤنةً"[22]

"سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جس میں خرچ کم ہو۔"

تاہم پاکستانی معاشرے میں نکاح کو جس قدر رسومات، نمود و نمائش اور غیر ضروری اخراجات کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا ہے اس نے ایک طرف نوجوانوں کے لیے شادی کو مشکل ترین بنا دیا ہے اور دوسری طرف طلاق و خلا کے بڑھتے ہوئے واقعات میں بھی اضافہ کیا ہے۔ نکاح کی بنیادی روح کو کھو کر یہ عمل اب اکثر اوقات معاشی بوجھ، خاندانی جھگڑوں اور ازدواجی ناکامی کا پیش خیمہ بن چکا ہے۔

1) رسومات و فضول اخراجات

پاکستانی معاشرے میں نکاح اپنی اصل سادہ اور بابرکت شکل سے ہٹ کر ایک پر تعیش اور رسمی سماجی ایونٹ کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ نکاح اب صرف دو فریقوں (دولہا اور دلہن) کے درمیان ایک شرعی معاہدہ نہیں رہا بلکہ ایک ایسا ثقافتی مظاہرہ بن چکا ہے جس میں بارات، مایوں، مہندی، جہیز، ولیمہ، ڈیکوریشن، برائیڈل شوٹس، قیمتی ملبوسات اور مہنگے کھانے جیسی رسومات کو نہ صرف لازمی سمجھا جاتا ہے بلکہ ان کے بغیر نکاح کو "ادھورا" تصور کیا جاتا ہے۔ مولانا مودودی کا اس بارے میں کہنا ہے کہ:۔

"نکاح کو ہمارے ہاں جس قدر مشکل اور مہنگا بنا دیا گیا ہے وہ نہ صرف اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے بلکہ معاشرے میں فحاشی، زنا اور اخلاقی زوال کا راستہ بھی ہموار کرتا ہے۔ اسلام نے نکاح کو آسان اور سادہ رکھا تاکہ معاشرتی تطہیر ممکن ہو۔"[23]

مولانا مودودی نے موجودہ معاشرے میں نکاح کو مشکل بنانے کے رجحان پر گہری تنقید کی ہے۔ وہ اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ جب نکاح کو مہنگا اور رسموں میں جکڑ دیا جائے تو اس کے نتیجے میں نوجوان نسل نکاح سے دور ہو جاتی ہے جو بالآخر بے راہ روی، فحاشی اور اخلاقی انحطاط کا سبب بنتا ہے۔ ان کے مطابق اسلام کا مقصد نکاح کو آسان بنانا ہے تاکہ فرد اور معاشرہ پاکیزگی کی راہ پر گامزن ہو سکے۔ ان کی یہ بصیرت آج کے معاشرتی چیلنجز کے تناظر میں نہایت اہم اور قابلِ عمل ہے۔ مزید اس بارے میں مولانا وحید الدین خان فرماتے ہیں:۔

"نکاح ایک عبادت ہے، نہ کہ کوئی نمائش کا پروگرام۔ اگر اس کو دکھاوے، رسم و رواج اور فخریہ مظاہروں میں الجھا دیا جائے تو اس کی روح باقی نہیں رہتی اور وہ محض ایک ثقافتی تقریب بن کر رہ جاتا ہے۔"[24]

نکاح ایک عبادت ہے نہ کہ معاشرتی برتری کا اظہار، جب نکاح کو رسومات، ظاہری شان و شوکت اور طبقاتی فخر کا ذریعہ بنا دیا جائے تو وہ دین کی اصل روح سے کٹ جاتا ہے۔ یہ بات ہمارے آج کے معاشرے کے لیے نہایت اہم تنبیہ ہے جہاں نکاح اکثر سماجی برتری کے اظہار کا ذریعہ بن چکا ہے جو معاشرتی عدم توازن اور اخلاقی بگاڑ کا سبب بن رہا ہے۔

2)خلا اور طلاق کی کثرت

گزشتہ چند برسوں میں پاکستان کے شہری اور نیم شہری علاقوں میں طلاق اور خلع کی شرح میں غیر معمولی اور تشویشناک اضافہ دیکھنے میں آیا ہے جو معاشرتی اور خاندانی نظام کے لیے ایک سنگین خطرے کی علامت بن چکا ہے۔ شادی جیسے مقدس بندھن کا جلد ٹوٹ جانا اب ایک معمول بنتا جا رہا ہے جو نہ صرف میاں بیوی کے درمیان تعلقات کی کمزوری کو ظاہر کرتا ہے بلکہ بچوں، خاندان اور معاشرے پر بھی گہرے منفی اثرات مرتب کرتا ہے۔ اس کی متعدد وجوہات ہیں:۔

- نکاح سے قبل فریقین میں حقیقی دینی واخلاقی ہم آہنگی کا فقدان
- مادی توقعات، مہنگی زندگی کا دباؤ
- سوشل میڈیا اور بیرونی اثرات کی وجہ سے ازدواجی تعلقات میں عدم برداشت
- سسرالی وخاندانی جھگڑے
- سب سے اہم دین سے دوری اور صبر وقناعت کا فقدان

ڈاکٹر محمد طاہر منصوری (اسلامی نظریاتی کونسل کے سابق رکن) لکھتے ہیں:۔

> "پاکستان جیسے مذہبی معاشرے میں طلاق اور خلع کے بڑھتے ہوئے کیسز اس امر کی نشان دہی کرتے ہیں کہ خاندانی نظام اپنی بنیادوں سے متزلزل ہو رہا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ دینی تعلیمات سے دوری، معاشی دباؤ، ازدواجی تربیت کا فقدان اور سوشل میڈیا جیسے جدید اثرات ہیں جنہوں نے صبر، برداشت اور ایثار جیسی اقدار کو کمزور کر دیا ہے۔"[25]

2024ء کے دوران لاہور میں فیملی کورٹس میں خلع اور طلاق کے مقدمات میں نمایاں اضافہ دیکھا گیا جو خاندانی نظام میں بڑھتی ہوئی بے چینی اور سماجی تبدیلیوں کی عکاسی کرتا ہے۔

- روزانہ اوسطاً 60 خلع کے مقدمات دائر کیے گئے جو خاندانی نظام پر بڑھتے ہوئے دباؤ کی نشاندہی کرتے ہیں۔
- گزشتہ آٹھ ماہ کے دوران 5,500 سے زائد خواتین نے طلاق کے لیے درخواستیں دائر کیں جبکہ 11,000 سے زیادہ مقدمات عدالتوں میں زیر التوا ہیں۔
- طلاق کے بڑھتے ہوئے رجحان کے پیش نظر لاہور میں فیملی کورٹس کی تعداد 6 سے بڑھا کر 12 کر دی گئی ہے۔[26]

یہ اعداد و شمار اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ لاہور میں خلع اور طلاق کے رجحان میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ اس کی وجوہات میں معاشی دباؤ، خاندانی مداخلت، عدم برداشت اور سوشل میڈیا کے منفی اثرات شامل ہیں۔

پاکستانی معاشرہ نکاح جیسے پاکیزہ اور آسان عمل کو رسومات توقعات اور دینی کم فہمی کے باعث مشکل بنا چکا ہے۔ نتیجتاً نہ صرف نکاح میں تاخیر ہو رہی ہے بلکہ جو شادیاں ہو بھی رہی ہیں، ان میں استحکام کم ہوتا جا رہا ہے اور طلاق وخلا کی شرح بڑھتی جا رہی ہے۔ اس صورتحال کا حل صرف اسی وقت ممکن ہے جب نکاح کو اس کی اصل اسلامی روح کے مطابق سادہ، آسان اور باعزت بنایا جائے۔ والدین، علما، میڈیا اور معاشرتی ادارے اس تبدیلی میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

قرابت، کفالتِ بزرگ اور وراثت

اسلامی معاشرت کی بنیاد خاندان، صلہ رحمی، والدین و بزرگوں کا احترام اور عدل پر مبنی تقسیمِ وراثت پر رکھی گئی ہے۔ ان عناصر کا مقصد نہ صرف افراد کے درمیان ربط و محبت کو فروغ دینا ہے بلکہ ایک ایسا باہمی فلاحی نظام قائم کرنا ہے جو دین، اخلاق اور عدل پر مبنی ہو۔ لیکن پاکستانی مسلم معاشرہ اکیسویں صدی میں ایسے کئی چیلنجز سے دوچار ہے جنہوں نے ان اسلامی اصولوں کو شدید متاثر کیا ہے۔

1) رشتوں میں دوری و انقطاع

اسلام ایک ایسا دین ہے جو نہ صرف اللہ سے تعلق کو مضبوط بنانے کی تعلیم دیتا ہے بلکہ انسانوں کے باہمی رشتوں، خصوصاً قرابت داری کو جوڑنے پر بھی خصوصی زور دیتا ہے۔ قرآن مجید اور سنتِ نبویؐ میں بارہا صلہ رحمی کو نیکی، بھلائی اور جنت کے حصول کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے جبکہ قطع رحمی (رشتہ توڑنے) کو سنگین گناہ، فتنہ اور اللہ کی ناراضی کا باعث بتایا گیا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ"[27]

"اور اللہ سے ڈرو جس کے ذریعے تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتہ داریوں کا لحاظ رکھو۔"

تاہم پاکستان میں قرابت داری کے رشتے اب مادی مفادات، حسد، وراثت اور ازدواجی تنازعات کی بنیاد پر متاثر ہو رہے ہیں۔ خاندانوں میں فاصلے بڑھ رہے ہیں، قریبی عزیز غیر بن چکے ہیں اور رسم و رواج میں رشتہ داری کی اصل روح ماند پڑ چکی ہے۔ خاندانی رشتوں کی کڑواہٹ کے متعلق ڈاکٹر میاں محمد اکرم ندوی لکھتے ہیں:۔

"خاندانی رشتے اب روحانی اور اخلاقی وابستگی کی بجائے مادی مفادات، جائیداد اور معاشی دوڑ کے گرد گھومنے لگے ہیں۔ حسد، انا اور خود غرضی نے صلہ رحمی کی جگہ قطع رحمی کو عام کر دیا ہے جس سے معاشرہ تعلقات کے اعتبار سے کھوکھلا ہو رہا ہے۔"

رشتہ داریوں کا روحانی و اخلاقی پہلو کمزور پڑ چکا ہے۔ جب مادی مفادات اور ذاتی انا کو بنیاد بنا لیا جائے تو خاندان کے افراد کے درمیان دوریاں، بے اعتمادی اور اجنبیت پیدا ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ معاشرتی بگاڑ اور تنہائی کی صورت میں نکلتا ہے۔ اسلام ان رویّوں کی اصلاح کے لیے صلہ رحمی پر زور دیتا ہے تاکہ رشتوں میں محبت، قربانی اور ہمدردی برقرار رہے۔

2) بزرگوں کی نگہداشت

اسلام میں والدین اور بزرگوں کی خدمت، عزت اور اطاعت کو صرف اخلاقی فریضہ ہی نہیں بلکہ جنت کے حصول کا راستہ قرار دیا گیا ہے۔ قرآنِ مجید اور سنتِ نبوی میں والدین کے حقوق پر نہایت زور دیا گیا ہے اور ان کی خدمت کو عبادت کے درجہ میں شمار کیا گیا ہے۔ اسلام کے نزدیک والدین کی رضا، اللہ کی رضا کا ذریعہ ہے اور ان کی نافرمانی اللہ کی ناراضی کا باعث۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:۔

"وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا"[28]

"اور تمہارے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک

کرو۔"

اور رسول اللہ ﷺ نے بڑے سخت الفاظ میں والدین کی نافرمانی کرنے والوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

"رغم أنف،ثم رغم أنف،ثم رغم أنف،قيل: من يا رسول الله؟ قال: من أدرك والديه عند الكبر أحدهما أو كليهما ثم لم يدخل الجنة"[29]

"اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس نے اپنے والدین کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور (پھر بھی) جنت کا مستحق نہ بن سکا۔"

یہ ارشادات ہمیں یہ سکھاتے ہیں کہ اسلام میں والدین خصوصاً ضعیف العمر بزرگوں کی خدمت و عزت محض سماجی اقدار نہیں بلکہ نجات اور روحانی ترقی کا زینہ ہیں۔ ان کی خدمت میں سستی، بد اخلاقی یا غفلت نہ صرف اخلاقی زوال بلکہ دینی محرومی کا سبب بن سکتی ہے۔

پاکستانی معاشرے میں اگرچہ روایتی طور پر بزرگوں کا مقام بہت بلند رہا ہے مگر جدید شہری زندگی، مہنگائی، مادی دوڑ اور مشترکہ خاندانی نظام کے زوال نے اس ذمہ داری کو مشکل بنا دیا ہے۔ بزرگ اکثر جذباتی و عملی تنہائی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بعض خاندانوں میں بزرگوں کو اولڈ ہاؤسز بھیج دیا جاتا ہے یا انہیں نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اس معاشرتی بے رحمی پر مولانا عبد الحکیم شرف قادری لکھتے ہیں:۔

"بزرگوں کی خدمت ترک کرنا نہ صرف اخلاقی کمزوری ہے بلکہ اسلامی تعلیمات سے انحراف بھی ہے۔ جن والدین نے اپنی اولاد کو پروان چڑھایا، ان کا بڑھاپا اولاد کے صبر، عزت اور خدمت کا امتحان ہوتا ہے نہ کہ بوجھ سمجھنے کا وقت۔"[30]

مولانا عبد الحکیم شرف قادری نے اس مسئلے کی بنیادی روح کو بیان کیا ہے کہ والدین و بزرگوں کی خدمت ترک کرنا صرف ایک سماجی کوتاہی نہیں بلکہ دینِ اسلام کی صریح خلاف ورزی ہے۔ اسلام والدین کے بڑھاپے کو آزمائش کا وقت قرار دیتا ہے جہاں اولاد کے لیے خدمت، صبر اور عزت کا تقاضا کیا گیا ہے۔ مگر بد قسمتی سے آج کے پاکستانی معاشرے میں جدید طرزِ زندگی، مادی پریشانیوں اور خاندانی نظام کی تبدیلیوں نے بزرگوں کو تنہا اور غیر اہم بنا دیا ہے جو ایک سنگین اخلاقی بحران کی علامت ہے۔

3) تقسیم وراثت میں ناانصافی

اسلام نے وراثت کا مفصل، عدل پر مبنی نظام دیا ہے تاکہ ہر حق دار کو اس کا حصہ ملے۔ لیکن پاکستانی معاشرے میں وراثت کے احکام کو اکثر یا تو نظر انداز کر دیا جاتا ہے یا جان بوجھ کر تاخیر و ہیر پھیر کا شکار کیا جاتا ہے خاص طور پر خواتین کو ان کے شرعی حقوق سے محروم کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں وراثت کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرمایا:۔

"لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا"[31]

"مردوں کا بھی اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں اور عورتوں کا بھی اس میں حصہ ہے خواہ مال کم ہو یا زیادہ، یہ حصہ (اللہ کی طرف سے) مقرر کیا گیا ہے۔"

اور رحمت للعالمین ﷺ نے بھی وراثت کی تقسیم کو قرآن کے مطابق کرنے کا حکم دیا ہے:

"اقْسِمُوا الْمَالَ بَيْنَ أَهْلِ الْفَرَائِضِ عَلَى كِتَابِ اللهِ،فَمَا تَرَكَتِ الْفَرَائِضُ فَلِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ "[32]

"مال کو (ورثہ میں) اُن کے شرعی حصوں کے مطابق اللہ کی کتاب کی روشنی میں تقسیم کرو اور جو (حصے تقسیم کرنے کے بعد) بچ جائے، وہ قریبی مرد وارث کا ہو گا۔"

ایسے ہی مولانا مودودی نے اپنی کتاب میں وراثت کی تقسیم کے متعلق لکھا ہے:۔

"اسلام نے وراثت کے نظام کو خدائی قانون قرار دیا ہے جس میں نہ کسی وارث کو کمی کی اجازت ہے اور نہ کسی کو زیادتی کی۔ انسان کی مصلحت یا جذبات پر نہیں بلکہ اللہ کی مقرر کردہ حدود پر تقسیمِ ترکہ کا انحصار ہے۔"[33]

مولانا مودودی نے اسلام کے نظامِ وراثت کی اصولی بنیاد کو واضح کیا گیا ہے۔ وہ یہ باور کرواتے ہیں کہ اسلامی وراثت کا نظام محض انسانی تجربات یا ثقافتی روایات پر مبنی نہیں بلکہ وحیِ الٰہی پر مبنی منصفانہ قانون ہے جس میں کسی کو ذاتی پسند یا ناپسند کی بنیاد پر حق سے محروم کرنے کی اجازت نہیں۔ اس نظام کا مقصد عدل، رشتہ داری کی پاسداری اور اہلِ حق کو ان کا حق پہنچانا ہے۔

پاکستانی مسلم معاشرے میں قرابت داری، بزرگوں کی نگہداشت اور وراثت جیسے بنیادی اسلامی سماجی اصول زوال کا شکار ہو چکے ہیں۔ انحطاط کی وجوہات میں دینی شعور کی کمی، مغربی طرزِ زندگی کی نقالی، معاشی دباؤ اور اخلاقی بے حسی شامل ہیں۔ ان چیلنجز کا حل صرف اسی صورت ممکن ہے جب معاشرہ دوبارہ قرآن و سنت کے اصولوں کو اپنائے، خاندانی رشتوں کو مادی مفادات پر ترجیح دے اور عدل و احسان کو اپنا شعار بنائے۔

مرد و زن کا اختلاط

اسلام ایک ایسا دین ہے جو مرد و زن کی طبعی، معاشرتی اور دینی فطرت کو مدنظر رکھتے ہوئے حدود و قیود متعین کرتا ہے۔ مرد و زن کی علیحدگی (پردہ، حدود، ذمہ داریاں) کا مقصد عورت کا گھٹن یا محرومی نہیں بلکہ معاشرتی پاکیزگی، عفت و عصمت کا تحفظ اور فتنوں سے بچاؤ ہے۔ قرآن مجید میں واضح حکم دیا گیا:۔

"وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى"[34]

"اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور قدیم جاہلیت کی طرح اپنی زیبائش ظاہر نہ کرو۔"

تاہم جدید پاکستانی معاشرہ خاص طور پر شہری طبقات، تیزی سے مخلوط ماحول کی طرف بڑھ رہا ہے جس میں مرد و زن کے درمیان آزاد میل جول، بے تکلف بات چیت اور جسمانی قربت کو "روشن خیالی" اور "سماجی ترقی" کا جزو سمجھا جانے لگا ہے۔ یہ رویہ نہ صرف اسلامی اقدار سے متصادم ہے بلکہ معاشرتی بے راہ روی، اخلاقی گراوٹ اور خاندانی نظام کی تباہی کا باعث بھی بن رہا ہے۔

1) تقریبات اور ثقافتی میلوں میں اختلاط

پاکستان میں شادی بیاہ، مہندی، سالگرہ، یونیورسٹی پروگرامز اور سرکاری / غیر سرکاری تقریبات میں مرد و زن کا آزاد اختلاط عام ہوتا جا رہا ہے۔ ان تقریبات میں مخلوط رقص، موسیقی، سیلفی کلچر اور لباس کی بے اعتدالی نہ صرف دینی تعلیمات کے منافی ہے بلکہ

نوجوان نسل کے اخلاق پر بھی منفی اثر ڈال رہی ہے۔ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے مفتی تقی عثمانی رقمطراز ہیں:۔

"مرد و عورت کے آزادانہ اختلاط کو اگر معمولی بات سمجھا جائے تو یہ اسلامی معاشرت کی جڑ کاٹنے کے مترادف ہے۔ شادیوں، تعلیمی اداروں اور دیگر تقریبات میں جس انداز سے بے پردگی، موسیقی، رقص اور نامحرموں کے ساتھ بے تکلفی کو فروغ دیا جارہا ہے یہ سب اخلاقی تباہی کا پیش خیمہ ہے۔"[35]

مفتی تقی عثمانی نے عصرِ حاضر کے سماجی رجحانات پر نہایت فکر انگیز تنقید کی ہے جہاں اسلامی اقدار کو نظر انداز کر کے بے حجابی، بے احتیاطی اور اخلاقی انارکی کو "ترقی" کا نام دیا جارہا ہے۔ شادی بیاہ اور تعلیمی اداروں میں آزادانہ میل جول، موسیقی اور لباس کی بے اعتدالی نوجوانوں کے کردار کو مسخ کر رہی ہے۔ اسلام کا معاشرتی تصور حیا، احتیاط اور فتنوں سے اجتناب پر قائم ہے جس کی پامالی سے نسلوں کا اخلاقی زوال یقینی ہو جاتا ہے۔ اس لیے دینی حدود کا تحفظ ہی تہذیبی بقاء کی ضمانت ہے۔

2) عورت کی آزادی کا نعرہ

غیر سرکاری تنظیمیں (NGOs) عورت کے حقوق، آزادی اور خود مختاری کے نام پر اکثر ایسے پروگرام، ورکشاپس منعقد کرتی ہیں جہاں مرد و زن کا مخلوط ماحول ہوتا ہے اور اکثر اوقات پردے، حیا اور اسلامی ضوابط کو "پسماندگی" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ایسے پلیٹ فارمز پر اسلامی اقدار کا مذاق بھی اڑایا جاتا ہے۔ مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:۔

"اسلام نے عورت کو عزت، تحفظ اور وقار بخشا نہ کہ بازار کی زینت یا سٹیج کی نمائش بنایا۔ جو تحریکیں آزادیٔ نسواں کے نام پر عورت کو پردے سے نکال کر مخلوط ماحول میں دھکیلتی ہیں۔ وہ دراصل اس کے وقار کی پامالی کرتی ہیں۔ اسلامی تہذیب عورت کو ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کی حیثیت سے ایک عظمت عطا کرتی ہے۔"[36]

حقیقت یہ ہے کہ اسلام عورت کو وہ حقوق دیتا ہے جو کسی بھی جدید نظریے میں میسر نہیں مگر انہیں حیا، پردے اور کردار کی عظمت کے دائرے میں رکھتا ہے۔ مخلوط پروگرامز اور پردے کے خلاف بیان بازی عورت کی عزت نہیں بلکہ اس کی بے توقیری کا ذریعہ بن رہی ہے۔ ایسی سرگرمیوں میں اسلامی تعلیمات کو "پسماندگی" کہنا دراصل مغرب کی اندھی تقلید ہے جسے فکری غلامی کہا جا سکتا ہے۔

دنیا کی مکمل ترین ہستی حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:۔

"مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ"[37]

"میں اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ نقصان دہ کوئی فتنہ نہیں چھوڑ کر جارہا۔"

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے عورت اور مرد کے تعلقات میں حدود کی اہمیت کو اجاگر فرمایا ہے۔ مرد و زن کے آزادانہ میل جول، بے پردگی اور غیر فطری آزادی کو فتنے کا دروازہ قرار دیا گیا ہے۔ یہ حدیث اُن تمام معاشرتی رجحانات کے لیے تنبیہ ہے جو "آزادی" کے نام پر حدودِ شرع کو توڑتے ہیں اور نوجوانوں کو بے راہ روی کی طرف دھکیلتے ہیں۔

3) ملازمت کے ماحول میں اختلاط

دفاتر، بینکوں، کال سینٹرز، میڈیا ہاؤسز، تعلیمی اداروں اور کارپوریٹ سیکٹر میں مرد و زن کے درمیان آزادانہ تعلق، بے تکلف

گفتگو، مشترکہ ورکنگ اسپیس اور سفر جیسی صورتحالیں عام ہو چکی ہیں۔ بعض ادارے Gender Equality کے نام پر مکمل اختلاط کو فروغ دے رہے ہیں جس کے نتیجے میں کام کے ماحول میں بے احتیاطی، غیر اخلاقی تعلقات اور ازدواجی بے وفائی کے کیسز بڑھ رہے ہیں۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں:۔

> "مخلوط دفاتر اور اداروں میں مرد و زن کے غیر فطری اور غیر محتاط تعلقات، جدید تہذیب کا وہ فتنہ ہیں جنہیں برابری اور ترقی کے نام پر فروغ دیا جا رہا ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے ایسے ماحول میں مسلسل بے تکلفی بالآخر اخلاقی انحطاط اور معاشرتی زوال کا سبب بنتی ہے جس کی لپیٹ میں خاندان اور فرد دونوں آ جاتے ہیں۔"[38]

یہ بات واضح کرتی ہے کہ دفاتر اور اداروں میں مرد و عورت کا آزادانہ اختلاط اسلام کے متعین حدود کے خلاف ہے۔ یہ تعلقات اگرچہ "پیشہ ورانہ" کہلاتے ہیں لیکن مسلسل بے تکلفی، مشترکہ خلوت اور حدودِ شرع کی عدم پابندی وقت کے ساتھ غیر اخلاقی رجحانات کو جنم دیتی ہے۔

پاکستانی مسلم معاشرہ مرد و زن کے فطری فرق، شرعی حدود اور اخلاقی اصولوں کو نظر انداز کر کے ایک ایسے اختلاطی کلچر کی طرف بڑھ رہا ہے جو نہ صرف دین کے منافی ہے بلکہ معاشرتی بگاڑ، طلاق، اخلاقی انحطاط اور نوجوانوں کی گمراہی کا سبب بن رہا ہے۔ اس صورتحال کا حل دینی شعور کی بیداری، اداروں میں ضابطۂ اخلاق اور تقریبات و ورک پلیس میں اسلامی اصولوں کی پاسداری کے ذریعے ممکن ہے۔

مصنوعی تولید اور رحم مادر میں بچیوں کا قتل

اسلام ایک ایسا مکمل نظامِ حیات پیش کرتا ہے جس میں انسانی تولید (reproduction) کو فطری، پاکیزہ اور عائلی نظام کے تحت انجام دینے کی ہدایت دی گئی ہے۔ نکاح کے پاکیزہ رشتے کے ذریعے نسلِ انسانی کی افزائش کو نہ صرف ایک نعمت بلکہ عبادت قرار دیا گیا ہے۔ مگر جدید سائنسی ترقی، مغربی اثرات اور اخلاقی انحراف نے تولیدی نظام کو "مصنوعی" اور بعض اوقات "غیر فطری" بنیادوں پر استوار کر دیا ہے جس کے نتیجے میں پاکستانی مسلم معاشرہ کئی خطرناک چیلنجز سے دوچار ہو چکا ہے۔

1) مصنوعی طریقہ تولید

پاکستان میں IVF(In Vitro Fertilization)، Test Tube Baby، IUI جیسے تولیدی ذرائع شہری طبقات میں مقبول ہو رہے ہیں۔ اگرچہ شریعت اسلامی نے مخصوص شرائط کے ساتھ بعض مصنوعی طریقہ ہائے تولید کو نکاح شدہ جوڑوں کے لیے جائز قرار دیا ہے تاہم عملاً ان طریقوں کے استعمال میں کئی شرعی، اخلاقی اور قانونی بے ضابطگیاں دیکھنے میں آتی ہیں:۔

- نطفہ غیر محرم مرد یا عورت سے حاصل کیا جانا
- رحم کرائے پر لینا (Surrogacy)
- بیضہ یا منی کی بیرونی فراہمی
- بچوں کی ولدیت اور نسب کے مسائل

مفتی محمد تقی عثمانی اس حوالے سے لکھتے ہیں:۔

"اگر مصنوعی تولید کا عمل شوہر اور بیوی کے نطفے سے ہو اور بیوی ہی کے رحم میں ہو تو شرعی اعتبار سے جائز ہے لیکن تیسرے فرد Donor یا Surrogate کی مداخلت سے یہ عمل ناجائز بلکہ زنا کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔"[39]

پاکستان میں کئی نجی اسپتال اور کلینک اخلاقی و شرعی حدود کے بغیر ایسے طریقے استعمال کرتے ہیں جس سے نہ صرف ولدیت کا بحران پیدا ہوتا ہے بلکہ آئندہ نسل میں رشتوں کی شناخت بھی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔

2) رحمِ مادر میں بچیوں کا قتل

رحمِ مادر میں جنس کی شناخت کے بعد صرف اس لیے بچیوں کو اسقاطِ حمل کے ذریعے قتل کر دینا ایک خطرناک رجحان بنتا جا رہا ہے۔ اگرچہ پاکستان میں یہ عمل قانونی طور پر ممنوع ہے مگر خفیہ طور پر بعض اسپتالوں میں جنس کی شناخت کے بعد لڑکی ہونے پر حمل ضائع کر دیا جاتا ہے خصوصاً اُن خاندانوں میں جہاں بیٹی کو "بوجھ" سمجھا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں اس ظلم کو سختی سے منع کیا گیا ہے:۔

"وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ، بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ"[40]

"اور جب زندہ دفن کی گئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس جرم میں ماری گئی؟"

اس ظالمانہ عمل کے خلاف ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرماتے ہیں:۔

"رحمِ مادر میں جنس کی بنیاد پر بچیوں کو ختم کر دینا انسانیت کی وہ پستی ہے جو جاہلیتِ اولیٰ میں بھی قابلِ مذمت تھی اور آج کے مہذب دور میں بھی قابلِ لعنت ہے۔ اور ایسی سوچ کو قرآن نے ظلم عظیم کہا ہے۔"[41]

اس میں جنس کی بنیاد پر اسقاطِ حمل کو نہ صرف ایک دینی جرم بلکہ تہذیبی پستی اور معاشرتی ظلم قرار دیا گیا ہے۔ بیٹی کو بوجھ سمجھنا وہی ذہنیت ہے جو جاہلیتِ عرب میں زندہ دفن کرنے کا سبب تھی۔ قرآن نے ایسی سوچ پر سخت وعید کی ہے اور بیٹی کو عزت، محبت اور اجر کا ذریعہ بتایا ہے۔ یہ ہمیں متنبہ کرتا ہے کہ اگر جدید معاشرہ بیٹی کے خلاف نفسیاتی و جسمانی جرائم کو "فیملی پلاننگ" کا نام دے کر جاری رکھے گا تو یہ نہ صرف شرعی بلکہ انسانی المیہ بن جائے گا۔

3) سماجی و اخلاقی نتائج

یہ دونوں عمل مصنوعی تولید کے غیر شرعی طریقے اور بیٹیوں کا اسقاط، پاکستانی معاشرے میں نسلی انحراف، نسب کی پیچیدگی، اخلاقی زوال اور دینی اقدار کی پامالی کا سبب بن رہے ہیں۔ اس سے خاندان کا استحکام، اولاد کی تربیت اور معاشرتی توازن بری طرح متاثر ہو رہا ہے۔ جنس کی بنیاد پر تفریق سے عورت کی تحقیر، احساسِ محرومی اور خواتین کے خلاف تشدد کو مزید تقویت ملتی ہے۔ ڈاکٹر طاہر حنیف پال لکھتے ہیں:۔

"مصنوعی تولید کے غیر شرعی طریقے اور بیٹیوں کا اسقاط، معاشرتی فطرت کے خلاف بغاوت ہیں جو نہ صرف نسب کی شناخت کو مشتبہ کرتے ہیں بلکہ خاندان، عورت اور اخلاقی اقدار کی بنیادیں ہلا دیتے ہیں۔ یہ طرزِ عمل عورت کو محض جنس و سہولت کا آلہ سمجھنے کی سوچ کو مضبوط کرتا ہے جو دین اور انسانیت دونوں کے خلاف ہے۔"[42]

ایسے غیر شرعی اقدامات نہ صرف اسلامی اصولوں کی پامالی ہیں بلکہ معاشرتی ساخت، اولاد کی شناخت اور عورت کے وقار کو بھی زک پہنچاتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں عورت کو دوسرے درجے کی مخلوق سمجھنے کا رویہ مزید مضبوط ہوتا ہے جو تشدد، استحصال اور خاندانی ٹوٹ پھوٹ کی راہیں ہموار کرتا ہے۔ اس مسئلے کا حل صرف قانون سازی میں نہیں بلکہ دینی شعور اور فکری اصلاح میں ہے۔

مصنوعی طریقہ تولید اور رحمِ مادر میں بچیوں کے قتل جیسے افعال پاکستانی مسلم معاشرے کے لیے ایک نہایت سنگین دینی و سماجی چیلنج ہیں۔ ان کا حل صرف سائنسی یا قانونی دائرے میں نہیں بلکہ اسلامی شعور، دینی تعلیم اور معاشرتی اصلاح سے ہی ممکن ہے۔ اس حوالے سے علما، ڈاکٹرز، والدین، تعلیمی ادارے اور حکومتی ادارے سب کو باہم مل کر کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے تاکہ نسلِ انسانی محفوظ، باعزت اور دینی اصولوں کے مطابق آگے بڑھے۔

حقوقِ نسواں، ہم جنس پرستی اور تبدیلیِ جنس

اسلام نے عورت کو عزت، وقار، وراثت، تعلیم، مشاورت، نکاح و طلاق جیسے بنیادی معاشرتی، اخلاقی اور قانونی حقوق عطا کیے۔ مگر افسوس کہ پاکستانی مسلم معاشرہ ان حقوق کے متوازن اور شرعی تصور کو سمجھنے اور نافذ کرنے میں ابہام، افراط و تفریط اور خارجی اثرات کا شکار ہو چکا ہے۔ خواتین کے حقوق کی پامالی، تشدد اور معاشرتی ناہمواریوں کے ساتھ ساتھ مغربی نظریات جیسے ہم جنس پرستی اور جنس کی تبدیلی جیسے فتنوں کا بھی ظہور ایک شدید فکری و عملی بحران کی نشاندہی کرتا ہے۔

1) حقوقِ نسواں

اسلام نے عورت کو ماں، بیوی، بیٹی اور بہن کے روپ میں عزت و احترام کے اعلیٰ مقام پر فائز کیا ہے۔ مگر پاکستان میں بعض طبقات نے حقوقِ نسواں کے اسلامی تصور کو نظر انداز کرتے ہوئے مغربی فیمنزم (Feminism) کو بنیاد بنایا جو عورت کو خاندان اور حیاء سے نکال کر آزادی، مردانہ برابری اور جنسی آزادی کی طرف لے جاتا ہے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:۔

> "عورت کی آزادی کا مغربی تصور صرف جسمانی خواہشات کی تسکین اور خاندانی نظام کی بربادی کا ذریعہ ہے جب کہ اسلام نے عورت کو فطرت کے دائرے میں اعلیٰ ترین مقام دیا ہے۔"[43]

اور ڈاکٹر محمد شفیق چودھری بیان کرتے ہیں:۔

> "مغربی فیمنزم عورت کو اس کے خاندانی، فطری اور دینی کردار سے نکال کر مرد سے مقابلے کی راہ پر ڈال دیتا ہے۔ یہ تحریک، آزادی کے نام پر عورت سے حیا، وقار اور روحانی سکون چھین لیتی ہے اور اسے جسمانی نمائش، مردانہ طرزِ زندگی اور خود مختاری کی اندھی دوڑ میں جھونک دیتی ہے۔"[44]

عورت کی شخصیت کو اس کے دینی اور خاندانی تناظر سے الگ کر کے صرف آزادی، خود مختاری اور برابری کے محدود نعروں میں سمو دیا گیا ہے۔ یہ تحریک عورت کو ماں، بیوی، بیٹی اور بہن کی حیثیت سے نہیں بلکہ محض فرد اور صارف کی سطح پر دیکھتی ہے جو اسلام کے متوازن اور عزت افزا تصور کے خلاف ہے۔

2) ہم جنس پرستی

ہم جنس پرستی اسلام میں ایک ایسا عمل ہے جسے صراحت کے ساتھ حرام قرار دیا گیا ہے اور یہ نہ صرف شریعتِ مطہرہ بلکہ فطرتِ انسانی کے بھی خلاف ہے۔ اسلامی عقائد میں مرد اور عورت کا نکاح ایک مقدس اور فطری بندھن ہے جس کے ذریعے نسلِ انسانی کا

تسلسل اور معاشرتی نظام کی تطہیر ممکن ہوتی ہے۔اس کے برعکس ہم جنس پرستی وہ عمل ہے جو اس فطری نظام کو بگاڑ کر رکھ دیتا ہے اور فرد، خاندان اور معاشرے کے درمیان اخلاقی اور نفسیاتی انحطاط پیدا کرتا ہے۔

قرآن مجید میں قومِ لوط کے کردار اور ان پر آنے والے عذاب کا ذکر کئی مقامات پر کیا گیا ہے جو اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ ہم جنس پرستی اللہ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ اور موجبِ عذاب عمل ہے:۔

”أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِينَ وَتَذَرُونَo مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُم مِّنْ أَزْوَاجِكُم ط بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ“[45]

”کیا تم دنیا کے لوگوں میں سے مردوں کے پاس جاتے ہو؟ اور اپنی ان بیویوں کو چھوڑ دیتے ہو جنہیں تمہارے رب نے تمہارے لیے پیدا کیا ہے؟ بلکہ تم تو حد سے گزرنے والے لوگ ہو!“

رسول کریم ﷺ نے اس بدفعل کو اس قدر ناپسند فرمایا کہ گویا یہ عمل کرنے والوں کو قتل کرنے کا حکم فرمایا:۔

”من وجدتموه يعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول به“[46]

”جس شخص کو تم قومِ لوط کا عمل کرتے ہوئے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔“

یہ واضح کرتا ہے کہ اسلام اس عمل کو نہ صرف غیر فطری بلکہ ایک قابلِ تعزیر جرم سمجھتا ہے جو معاشرتی بگاڑ، نسلِ انسانی کی بقاء کے خطرے اور اللہ کے غضب کو دعوت دینے والا ہے۔

مگر افسوس کہ پاکستان جیسے اسلامی ملک میں بھی اب سوشل میڈیا، فلموں، ڈراموں اور بین الاقوامی دباؤ کی وجہ سے LGBT نظریات تیزی سے پھیل رہے ہیں۔ کچھ NGOs اور انسانی حقوق کے علمبردار اس فعلِ قبیح کو ”جنسی آزادی“ اور ”انفرادی حق“ کہہ کر فروغ دے رہے ہیں۔

3) تبدیلیِ جنس کا فتنہ

اسلام میں مرد و عورت کی تخلیق اللہ تعالیٰ کا طے شدہ امر ہے اور اس میں مصنوعی تبدیلی شرعاً ناجائز و حرام ہے، الّا یہ کہ انٹر سیکس (خنثیٰ مشکل) کے طبی کیسز ہوں۔ مگر بعض افراد ”جنس کی تبدیلی“ کو جدید طبی سہولت اور ذاتی آزادی سمجھ کر اپنانے لگے ہیں جس کا اسلامی و معاشرتی لحاظ سے شدید نقصان ہو رہا ہے۔ مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں:۔

”اللہ تعالیٰ نے انسان کو جس فطرت، جنس اور جسمانی ساخت پر پیدا کیا ہے وہ اس کی مشیت کا مظہر اور حکمتِ کاملہ کا نتیجہ ہے۔اس میں بلا ضرورت یا شرعی عذر کے تبدیلی کرنا، محض خواہشِ نفس یا مغربی اثرات کی پیروی میں اللہ کی تخلیق پر اعتراض ہے۔ جنس کی تبدیلی یا اس کی کوشش دراصل اس تخلیقی نظام کو چیلنج کرنا ہے جو رب العالمین نے انسانوں کے لیے بہترین اور متوازن بنایا ہے اور یہ عمل شرعاً حرام ہے۔“[47]

Transgender Persons (Protection of Rights) Act, 2018 کے مطابق:۔

”ہر وہ شہری جو 18 سال یا اس سے زائد عمر کا ہو اپنی خود شناخت شدہ جنس کے مطابق نادرا میں رجسٹریشن کروا سکتا ہے اور اس کے مطابق شناختی کارڈ، پاسپورٹ، ڈرائیونگ لائسنس وغیرہ حاصل کر سکتا ہے۔“[48]

پاکستان میں Transgender Act 2018 جیسے قوانین نے اس فتنے کو قانونی حیثیت دے کر نئی الجھنوں کو جنم دیا ہے جس میں "خود کو جو جنس کہو وہ مانی جائے" کی بنیاد پر مرد قانونی طور پر عورت بن سکتا ہے اور عورت مرد جو اسلامی اصولوں سے واضح انحراف ہے۔

پاکستانی مسلم معاشرہ آج حقوقِ نسواں، گھریلو تشدد، ہم جنس پرستی اور جنس کی تبدیلی جیسے فکری و عملی فتنوں کا سامنا کر رہا ہے۔ ان میں سے کچھ مظالم کے خلاف شرعی اصلاح کی ضرورت ہے اور کچھ نظریات اسلامی اقدار پر حملہ ہیں جن کا انکار اور سدباب ضروری ہے۔ اس نازک دور میں علماء، اساتذہ، والدین، قانون ساز ادارے اور میڈیا پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ دینِ فطرت کی روشنی میں متوازن اصلاح کریں اور اسلامی خاندانی نظام کے تحفظ کو یقینی بنائیں۔

ماحاصل

پاکستانی معاشرہ اس وقت خاندانی و سماجی ڈھانچے میں گہرے اخلاقی، دینی اور تہذیبی بحران سے گزر رہا ہے جس کی جڑیں فکری انتشار، قانونی پیچیدگی اور ثقافتی انحراف میں پیوست ہیں۔ اباحیت پسندی جیسے رویّے نوجوان نسل کو والدین سے دور اور نکاح جیسے اہم فریضے سے بے رغبت کر رہے ہیں جب کہ نکاح بیزاری اور تاخیرِ نکاح خاندانی ادارے کی بنیادیں ہلا رہے ہیں۔ سوشل میڈیا اور مادہ پرستی نے شادی کو خاندانی مشورے کے بجائے ذاتی تجربہ بنا دیا ہے جس کا مظہر کورٹ میرج اور نکاح میں کفو کی نظر اندازی ہے۔ مہنگی رسومات اور نمائش نے نکاح کو متوسط طبقے کے لیے ناقابلِ برداشت بنا دیا ہے جس کے نتیجے میں طلاق اور خلع کی شرح بڑھ رہی ہے اور اس سے خاندانی استحکام، بچوں کی تربیت اور معاشرتی سکون متاثر ہو رہا ہے۔ قرابت داری، بزرگوں کی کفالت اور وراثت میں کوتاہی نے رشتوں کو کمزور کر دیا ہے جب کہ مخلوط ماحول، بے پردگی اور جنسی آزادی نے اخلاقی زوال کو عام کر دیا ہے۔

تشویشناک پہلو یہ بھی ہے کہ مصنوعی تولید، جنس کی بنیاد پر اسقاط حمل اور بیٹیوں کو بوجھ سمجھنا جیسے رجحانات عورت کی توہین اور اسلامی اقدار کی پامالی کا سبب بن رہے ہیں۔ اسی طرح فیمنزم، ہم جنس پرستی اور تبدیلیٔ جنس جیسے مغربی نظریات کو سوشل میڈیا اور NGOs کے ذریعے آزادی اور انسانی حق کے نام پر فروغ دیا جا رہا ہے حالانکہ یہ تمام رجحانات اسلامی تعلیمات، خاندانی استحکام اور فطری توازن کے خلاف ہیں۔

ان چیلنجز کا مقابلہ صرف قانون سے نہیں بلکہ دینی شعور، خاندانی تربیت اور سماجی اصلاح سے ممکن ہے۔ اس کے لیے مدارس، مساجد، تعلیمی ادارے، میڈیا اور والدین کو مل کر ایسا فکری و عملی نظام قائم کرنا ہوگا جو اسلامی معاشرت کی بقاء اور نسلِ نو کی تعمیر کا ذریعہ بن سکے۔

All Rights Reserved © 2025 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

حوالہ جات وحواشی

[1]۔ الروم: 21

Al-Rūm (30:21)

[2]۔ امام ترمذی، سنن ترمذی، حدیث نمبر: 3895

Imām Tirmidhī, Sunan al-Tirmidhī, ḥadīth no. 3895

[3]۔ الاسراء: 32

Al-Isrā' (17:32)

[4]۔ امام بخاری، صحیح بخاری، حدیث نمبر: 3483

Imām Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, ḥadīth no. 3483

[5]۔ محمد علی طاہر، جدید فکری چیلنجز اور اسلامی حل، ادارہ احیائے فکر اسلامی، لاہور، 2018ء، ص 139

Muḥammad 'Alī Ṭāhir, Jadīd Fikrī Challenges aur Islāmī Ḥal, Idārah Iḥyā' Fikr-i Islāmī, Lāhawr, 2018, p.139

[6]۔ تقی عثمانی، مفتی، اسلام اور جدید ذہن کے شبہات، مکتبہ دارالاشاعت، کراچی، 2011ء، ص 142

Taqī 'Uthmānī, Muftī, Islām aur Jadīd Ẓihn ke Shubhāt, Maktabah Dār al-Ishā'at, Karāchī, 2011, p.142

[7]۔ فوزیہ سعید، پاکستانی خواتین اور خاندانی نظام، ادارہ مطالعہ خواتین، اسلام آباد، 2012ء، ص 92

Fauziah Sa'īd, Pākistānī Khawātīn aur Khāndānī Niẓām, Idārah Muṭāla'ah Khawātīn, Islāmābād, 2012, p.92

[8]۔ شگفتہ حسن، پاکستانی خاندانی نظام اور جدید چیلنجز، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، بہاولپور، 2021ء، ص 73

Shaguftah Ḥasan, Pākistānī Khāndānī Niẓām aur Jadīd Challenges, Islāmiyah University Bahāwalpur, Bahāwalpur, 2021, p.73

[9]۔ محمد ریاض زاہد، نوجوان نسل اور نکاح سے اجتناب کے اسباب، المیزان پبلی کیشنز، لاہور، 2020ء، ص 101

Muḥammad Riyāẓ Zāhid, Naujawān Nasl aur Nikāḥ se Ijtināb ke Asbāb, al-Mīzān Publications, Lāhawr, 2020, p.101

[10]۔ امام ماجہ، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: 1846

Imām Mājah, Sunan Ibn Mājah, ḥadīth no. 1846

[11]۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، 2014ء، ج 3، ص 232

Maudūdī, Abul A'lā, Sayyid, Tafhīm al-Qur'ān, Idārah Tarjumān al-Qur'ān, Lāhawr, 2014, vol. 3, p.232

[12]۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، اسلامی تہذیب اور اس کے اصول ومبادی، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، 2009ء، ص 146

Maudūdī, Abul A'lā, Sayyid, Islāmī Taḥdhīb aur is ke Uṣūl wa Mabādi', Idārah Tarjumān al-Qur'ān, Lāhawr, 2009, p.146

[13]۔ امام بخاری، الصحیح البخاری، حدیث نمبر: 5066

Imām Bukhārī, al-Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, ḥadīth no. 5066

[14]۔ تقی عثمانی، مفتی، اسلام اور نوجوان، مکتبہ دارالاشاعت، کراچی، 2015ء، ص 68

Taqī 'Uthmānī, Muftī, Islām aur Naujawān, Maktabah Dār al-Ishā'at, Karāchī, 2015, p.68

[15]۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، پردہ، ص 98

Maudūdī, Abul A'lā, Sayyid, Pardah, p.98

[16]۔ تنویر انجم، ڈاکٹر، پاکستان میں خاندانی نظام اور معاصر چیلنجز، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، 2017ء، ص 104

Tanvīr Anjum, Dr., Pākistān meṅ Khāndānī Niẓām aur Mu‘āṣir Challenges, Idārah Taḥqīqāt-i Islāmī, Islāmābād, 2017, p.104

[17]۔ امام ترمذی، سنن ترمذی، حدیث نمبر:1101

Imām Tirmidhī, Sunan al-Tirmidhī, ḥadīth no. 1101

[18]۔ عثمانی، ظفر احمد، مولانا، احکامِ شریعت، مکتبہ دارالعلوم، کراچی، ج2، ص224

‘Uthmānī, Ẓafar Aḥmad, Mawlānā, Aḥkām al-Sharī‘ah, Maktabah Dār al-‘Ulūm, Karāchī, vol. 2, p.224

[19]۔ اسد علی، ایڈووکیٹ، پاکستانی خاندانی قانون اور اسلامی اصولِ نکاح، جدید قانون پبلی کیشنز، لاہور، 2019ء، ص211

Asad ‘Alī, Advocate, Pākistānī Khāndānī Qānūn aur Islāmī Uṣūl-i Nikāḥ, Jadīd Qānūn Publications, Lāhawr, 2019, p.211

[20]۔ امام ترمذی، سنن ترمذی، حدیث نمبر:1084

Imām Tirmidhī, Sunan al-Tirmidhī, ḥadīth no. 1084

[21]۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، پردہ، ص93

Maudūdī, Abul A‘lā, Sayyid, Pardah, p.93

[22]۔ امام ترمذی، سنن ترمذی، حدیث نمبر:1114

Imām Tirmidhī, Sunan al-Tirmidhī, ḥadīth no. 1114

[23]۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیمات، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، 1991ء، ج2، ص154

Maudūdī, Abul A‘lā, Sayyid, Tafhīmāt, Idārah Tarjumān al-Qur’ān, Lāhawr, 1991, vol. 2, p.154

[24]۔ وحید الدین خان، مولانا، نئی دنیا، مؤسسہ الرسالہ، دہلی، 2003ء، ص102

Waḥīd al-Dīn Khān, Mawlānā, Nayī Dunyā, Mu’assasah al-Risālah, Dihlī, 2003, p.102

[25]۔ منصوری، محمد طاہر، ڈاکٹر، خاندانی نظام اور اسلامی تعلیمات، شریعہ اکیڈمی، اسلام آباد، 2016ء، ص88

Manṣūrī, Muḥammad Ṭāhir, Dr., Khāndānī Niẓām aur Islāmī Ta‘līmāt, Sharī‘ah Academy, Islāmābād, 2016, p.88

[26]-News Desk, Rise in divorces, Retrieved May 20, 2025, at 12:40 PM https://thecurrent.pk

[27]۔ النساء:1

Al-Nisā’ (4:1)

[28]۔ الاسراء:23

Al-Isrā’ (17:23)

[29]۔ امام مسلم، الصحیح المسلم، حدیث نمبر:2551

Imām Muslim, al-Ṣaḥīḥ al-Muslim, ḥadīth no. 2551

[30]۔ عبدالحکیم شرف، قادری، مولانا، اسلامی معاشرت اور اخلاقیات، مکتبہ نعیمیہ، لاہور، 2007ء، ص142

‘Abd al-Ḥakīm Sharaf Qādrī, Mawlānā, Islāmī Mu‘āsharat aur Akhlāqiyāt, Maktabah Na‘īmiyyah, Lāhawr, 2007, p.142

[31]۔ النساء:7

Al-Nisā’ (4:7)

[32]۔ امام بخاری، الصحیح البخاری، حدیث نمبر:6732

Imām Bukhārī, al-Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, ḥadīth no. 6732

[33]۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، ج1، ص341

Maudūdī, Abul A‘lā, Sayyid, Tafhīm al-Qur’ān, vol. 1, p.341

[34]۔ الاحزاب:33

Al-Aḥzāb (33:33)

[35]ـ تقی عثمانی، مفتی، اسلام اور جدید مغربی تہذیب، مکتبہ دارالاشاعت، کراچی، 2016ء، ص89

Taqī ʻUthmānī, Muftī, Islām aur Jadīd Maghribī Taḥdhīb, Maktabah Dār al-Ishāʻat, Karāchī, 2016, p.89

[36]ـ ندوی، سلیمان، سید، خطباتِ مدارس، مکتبہ دارالاشاعت، کراچی، 2015ء، ص112

Nadwī, Sulaymān, Sayyid, Khuṭabāt-i Madāris, Maktabah Dār al-Ishāʻat, Karāchī, 2015, p.112

[37]ـ امام بخاری، الصحیح البخاری، حدیث نمبر: 5096

Imām Bukhārī, al-Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, ḥadīth no. 5096

[38]ـ غازی، محمود احمد، محاضراتِ معاشرت، ادارہ معارف اسلامی، اسلام آباد، 2010ء، ص97

Ghāzī, Maḥmūd Aḥmad, Muḥāḍarāt-i Muʻāsharat, Idārah Maʻārif Islāmī, Islāmābād, 2010, p.97

[39]ـ تقی عثمانی، اسلام اور جدید طبی مسائل، مکتبہ دارالعلوم، کراچی، 2010ء، ص105

Taqī ʻUthmānī, Islām aur Jadīd Ṭibbī Masā'il, Maktabah Dār al-ʻUlūm, Karāchī, 2010, p.105

[40]ـ التکویر: 8-9

Al-Takwīr (81:8–9)

[41]ـ اسرار احمد، ڈاکٹر، خطباتِ قرآن، مرکزِ تحقیق قرآنی، لاہور، 2011ء، ج3، ص212

Asrār Aḥmad, Dr., Khuṭabāt-i Qur'ān, Markaz-i Taḥqīq Qur'ānī, Lāhawr, 2011, vol. 3, p.212

[42]ـ ہانیف پال، طاہر، اسلام، عورت اور جدید مسائل، اسلامی تحقیقاتی مرکز، لاہور، 2018ء، ص134

Ḥānīf Pāl, Ṭāhir, Islām, ʻAurat aur Jadīd Masā'il, Islāmī Taḥqīqātī Markaz, Lāhawr, 2018, p.134

[43]ـ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید، پردہ، ص152

Maudūdī, Abul Aʻlā, Sayyid, Pardah, p.152

[44]ـ محمد شفیق چودھری، اسلام اور مغربی فکری یلغار، ادارہ معارف اسلامی، لاہور، 2020ء، ص211

Muḥammad Shafīq Choudhrī, Islām aur Maghribī Fikrī Yalghār, Idārah Maʻārif Islāmī, Lāhawr, 2020, p.211

[45]ـ الشعراء: 165-166

Al-Shuʻarā' (26:165–166)

[46]ـ امام ترمذی، سنن ترمذی، حدیث نمبر: 1456

Imām Tirmidhī, Sunan al-Tirmidhī, ḥadīth no. 1456

[47]ـ محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، مکتبہ دارالعلوم، کراچی، 2006ء، ج7، ص101

Muḥammad Shafīʻ, Muftī, Maʻārif al-Qur'ān, Maktabah Dār al-ʻUlūm, Karāchī, 2006, vol. 7, p.101

[48]ـ Transgender Person (Protection of Rights), Pakistan, Act, 2018, Section 3